

رسول اللہ ﷺ کے ترکہ میں وراثت کا مسئلہ؟

اہل بیت النبی ﷺ کا نفقہ، سیدہ فاطمہؓ کی رضامندی، وراثت جاری نہ ہونے کی حکمتیں

احادیث کثیرہ، مشہورہ، صحیحہ، مرفوعہ کے مطابق اہل السنۃ والجماعہ کا متفق علیہ عقیدہ ہے کہ انبیاء رضی اللہ عنہم نے کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ کوئی ان کا وارث ہوتا ہے۔ چند ایک احادیث ملاحظہ فرمائیے:

① عن عائشة رضی اللہ عنہا أن فاطمة والعباس أتيا أبا بكر يلتمسان ميراثهما من رسول الله ﷺ وهما يومئذ يطلبان أرضيهما من فذك وسهمه من خير فقال لهما أبو بكر سمعت رسول الله ﷺ يقول: «لا نورث ما تركنا صدقة، إنما يأكل آل محمد من هذا المال» قال أبو بكر: والله لا أَدعُ أمرا رأيت رسول الله ﷺ يصنعه إلا صنعته. قال: فهجرت فاطمة فلم تكلمه في ذلك حتي مات¹

”اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ بیان فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہؓ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ دونوں (رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد) ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے آپ ﷺ کا ترکہ مانگتے تھے۔ یعنی جو زمین آپ کی فدک میں تھی اور جو حصہ خیبر کی اراضی میں تھا، وہ طلب کر رہے تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا: ہم (انبیاء) جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ البتہ بات یہ ہے کہ محمد ﷺ کی آل اس مال سے کھاتی پیتی رہے گی۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے

1 صحیح البخاری، باب قول النبی ﷺ لا نورث ما تركنا صدقة: 2/995، صحیح

رسول اللہ کے ترکہ میں وراثت کا مسئلہ؟

یہ بھی فرمایا: اللہ کی قسم میں نے رسول اللہ ﷺ کو جو کام کرتے دیکھا، میں اسے ضرور کروں گا، اُسے کبھی چھوڑنے کا نہیں۔ اس جواب کے بعد حضرت فاطمہؓ نے ملاقات میں انقباض سے کام لیا اور چھ ماہ کے بعد وفات پا گئیں۔“

نواب وحید الزمان لکھتے ہیں:

”حضرت فاطمہؓ کی یہ ناراضگی بہ تقاضائے صاحبزادگی تھی۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس اس کا کوئی علاج نہ تھا، کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان «ما ترکنا صدقة» کے سامنے بے بس تھے، مزید بحث آگے آ رہی ہے۔

② عن أبي بکر الصديق عن النبي ﷺ قال: «لا نورث ما ترکناه صدقة»¹
”حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں، وہ صدقہ ہوتا ہے۔“

③ وعن عمر أنه قال لعثمان وعبد الرحمن بن عوف والزبير وسعد وعلي والعباس: أنشدکم الله الذی یاذنه تقوم السماء والأرض أتعلمون أن رسول الله ﷺ قال: «لا نورث ما ترکناه صدقة» قالوا: نعم²
”حضرت عمر فاروق نے حضرت عثمان، عبد الرحمن بن عوف، زبیر، سعد، علی اور عباس رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ میں آپ سب کو اس اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس کے حکم کے ساتھ آسمان اور زمین اپنی جگہ پر قائم ہیں۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہم جو مال چھوڑ جائیں، وہ صدقہ یعنی بیت المال کی ملکیت ہوتا ہے تو ان سب نے ہاں میں جواب دیا۔“

④ وعن عائشة رضی الله عنها أن أزواج النبي ﷺ حين توفي رسول الله ﷺ أردن أن يبعثن عثمان إلى أبي بكر يستلنه ميراثهن، فقالت عائشة أليس قد قال رسول الله ﷺ: «لا نورث ما ترکنا صدقة»³

1 مشفق علیہ و نیل الاوطار: 2/76

2 البصائر: 6/76

3 صحیح البخاری: 2/996؛ صحیح مسلم: 2/91؛ نیل الاوطار: 6/76

رسول اللہ کے ترکہ میں وراثت کا مسئلہ؟

”حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی تو آپ ﷺ کی بیویوں نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجیں اور اپنے ورثہ کا مطالبہ کریں تو اس وقت میں (عائشہؓ) نے ان کو کہا: کیا تم کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے: ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں۔ ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔“

⑤ عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: «لا تقسم ورثتي دينارًا ما تركت بعد نفقة نسائي ومؤنة عاملي فهو صدقة»¹
 ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے وارث اگر میں ایک اشرفی چھوڑ جاؤں تو اس کو تقسیم نہیں کر سکتے بلکہ جو جائیداد میں چھوڑ جاؤں اس میں سے میری بیویوں اور عملہ کا خرچ نکال کر جو بچے، وہ سب اللہ کی راہ میں خیرات کیا جائے۔“

⑥ وعن أبي هريرة أن فاطمة رضي الله عنها قالت لأبي بكر من يرثك إذا متت؟ ولدى وأهلي قالت: فما لنا لا نرث النبي ﷺ قال: سمعت النبي ﷺ يقول: «إن النبي لا يورث» ولكن أعول من كان رسول الله ﷺ يعول وأنفق على من كان رسول الله ﷺ ينفق²
 ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خواتین جنت کی سردار سیدہ فاطمہؓ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ جب آپ وفات پائیں گے تو آپ کا وارث کون ہو گا؟ تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میری اولاد اور میری بیوی میری وارث ہوگی۔ تو اس جواب پر سیدہ فاطمہؓ نے فرمایا: پھر ہم رسول اللہ ﷺ کے وارث کیوں نہیں تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک نبی کا کوئی وارث نہیں ہوتا، لیکن میں (ابو بکر) ہر اس شخص کی کفالت کروں گا جس کی رسول اللہ ﷺ کفالت

رسول اللہ کے ترکہ میں وراثت کا مسئلہ؟

فرماتے رہے اور اس شخص پر خرچ کرتا رہوں گا جس پر رسول اللہ ﷺ خرچ فرماتے رہے۔“

اعتراض: ما ترکنا صدقۃ کی تاویل کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ یہ دراصل لایورث ما ترکنا صدقۃ ہے جس میں صدقۃ منصوب ہے جو ترکیب جملہ میں حال واقع ہوا ہے۔ والتقدیر لا یورث الذی ترکناہ حال کونہ صدقۃ ”ہمارے ترکہ میں قانون وراثت جاری نہیں ہوا، درآخالی کہ وہ صدقہ ہو۔“

جواب: یہ تاویل باطل ہے کیونکہ سلف اور خلف محدثین نے تسلسل و توارد کے ساتھ صدقۃ کو مرفوع روایت کیا ہے۔ یعنی ما ترکنا محل رفع میں مبتدأ اور صدقۃ اس کی خبر ہے لہذا صدقۃ کو صدقۃ منصوب پڑھنا باطل ہے، جیسا کہ امام شوکانی تصریح فرماتے ہیں: لا نورث بالنون وهو الذی توارد علیہ اهل الحدیث فی القدیم والحدیث کما قال الحافظ فی الفتح وما ترکنا موضع الرفع بالابتداء و صدقۃ خبرہ^۱

مزید برآں حدیث نمبر 5 (روایت ابی ہریرہ) کے الفاظ «ما ترکت بعد نفقة نسائی و مؤنة عاملي فهو صدقة» اور اسی حدیث میں «لا تقسم ورثتی» اور حدیث نمبر 6 میں رسول اللہ ﷺ کے الفاظ «أن النبی لا یورث» کے الفاظ اس تاویل کے غلط ہونے پر شاہد عدل ہیں۔ نیز حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمہؓ کے موقف کے خلاف ان الفاظ «ما ترکنا صدقۃ» کو بطور دلیل پیش فرمانا اور پھر حضرت فاطمہ الزہراءؓ کا خاموش ہو جانا بھی اس تاویل کے بطلان پر قوی برہان ہے۔ حالانکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ الزہراءؓ دونوں أفصح الفصحاء و أعلمہم بدلالة الألفاظ تھے۔ یعنی وہ دونوں لغت عربی کے ماہر اور عربی الفاظ کے معانی اور ان کی نزاکتوں کے شناور تھے۔ اگر حدیث ما ترکنا صدقۃ کی عبارت اس طرح ہوتی جس طرح معترض کا کہنا ہے تو پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اس سے دلیل پکڑنا صحیح نہ ہوتا اور نہ ان کا یہ جواب سوال کے مطابق

رسول اللہؐ کے ترکہ میں وراثت کا مسئلہ؟

ہوتا اور نہ سیدہ فاطمہؑ ان کے اس غلط جواب پر سکوت اختیار فرمائیں۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا مسئلہ کا مطلب صرف یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے ترکہ میں وراثت مالی جاری نہیں ہوتی لہذا بطور میراث مالی آپ کا ترکہ اہل بیت کو منتقل نہیں ہو سکتا۔ رہی کفالت تو وہ رسول اللہ ﷺ کے دستور کے مطابق حسب سابق بحیثیت خلیفۃ الرسول ﷺ میری اولین ترجیح اور اہم ترین ذمہ داری ہے جیسا کہ پہلی حدیث (روایت عائشہؑ) میں ہے: **إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ مِنْ هَذَا الْمَالِ قَالَ أَبُو بَكْرٍ: لَا أَدْعُ أَمْرًا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَصْنَعُهُ إِلَّا صَنَعْتُهُ**¹

اس عبارت میں یہ اولین ترجیح اور اہم ترین ذمہ داری صاف اور صریح الفاظ میں موجود ہے۔ مزید احادیث پڑھیے:

④ عن عروة عن عائشة أن فاطمة والعباس أتيا أبا بكر يلتمسان ميراثهما أرضه من فذك وسهمه من خيبر فقال أبو بكر سمعت النبي ﷺ يقول: «لا نورث ما تركنا صدقة» إنما يأكل آل محمد ﷺ في هذا المال والله لقرابة رسول الله ﷺ أحب إلي أن أصل من قرابتي²

”حضرت عائشہؑ روایت فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہؑ اور عباسؓ نے (دادا، پوتی) نے ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں بطور میراث فدک کی اراضی کی آمدنی اور خیبر کے خمس (دونوں میں اپنے مالی حقوق) کا مطالبہ کیا۔ (جواب میں) ابو بکر صدیقؓ نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا ہم انبیاءِ حق ﷺ کی وراثت (مالی) جاری نہیں ہوتی۔ جو کچھ چھوڑ کر ہم رخصت ہوتے ہیں، وہ اللہ کی راہ میں وقف اور صدقہ ہوتا ہے۔ پھر ابو بکر صدیقؓ نے آل رسول اللہ ﷺ کی مکمل مالی کفالت کے بارے میں فرمایا کہ مذکورہ بالا اموال میں سے آل محمد ﷺ یقیناً کھاتی پیتی رہے گی۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں کے ساتھ

صلہ رحمی مجھے اپنے قرابت داروں کی صلہ رحمی سے کہیں زیادہ محبوب ہے۔“
 ⑧ اس ترجیح پر مکمل عمل کا ثبوت یہ حدیث ہے:

عن عبدالرحمان بن أبي ليلى قال سمعت علياً يقول اجتمعت أنا والعباس وفاطمة وزيد بن حارثة عند النبي ﷺ فقلت: يا رسول الله ﷺ! إن رأيت إن توليتني حقنا من هذا الخمس في كتاب الله عز وجل فاقسمه حياتك كيلا ينازعني أحد بعدك فافعل قال: ففعل ذلك قال: فقسمته حياة رسول الله ﷺ ثم ولانيه أبو بكر حتى إذا كانت آخر سنة من سني عمر فإنه أتاه مال كثير فعزل حقنا ثم أرسل إلي فقلت بنا عنه العام غناً وبالمسلمين إليه حاجة فارده عليهم فردّه عليهم¹

”عبدالرحمن بن ابی لیلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میں نے عباس، فاطمہ اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ ہم قرابت داران نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حصہ مال خمس میں بنتا ہے، اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس کی تقسیم کی ذمہ داری اپنی زندگی میں مجھے سونپ دیں تو بہتر ہو گا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص ہمارے ساتھ اس معاملہ میں جھگڑانہ کر سکے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کام کا متولی بنا دیا۔ آپ کے عہد میں، میں اس خمس کے حصہ کو (بنو ہاشم میں) تقسیم کرتا رہا۔ بعد ازاں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھے اس عہدہ پر قائم رکھا حتیٰ کہ جب فاروقی خلافت کے آخری سال ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بہت سامانِ غنیمت آیا۔ پس انہوں نے ہمارا حق خمس علیحدہ کر کے میرے پاس بھیجا (اور فرمایا کہ حسب سابق اس مال کی تقسیم کر دو) تو میں نے جواب میں کہا کہ اے امیر المؤمنین! ہم لوگوں (بنو ہاشم) کی اب معاشی حالت مستحکم ہے، دوسرے لوگ محتاج اور ضرورت مند ہیں۔ تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (ہمارا یہ حصہ) محتاج مسلمانوں کے لیے بیت المال میں جمع کر دیا۔“

رسول اللہ کے ترکہ میں وراثت کا مسئلہ؟

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت خلیفۃ الرسول ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی اس ترجیح پر اس طرح عمل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضع کردہ دستور کے مطابق مال خمس وغیرہ کی آمدنی کا وہ حصہ جو آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ملتا تھا اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں دے دیا اور پھر خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں اسی دستور پر عمل کیا اور نہ صرف حضرت خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اسی دستور پر عمل رہا بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کی اولاد پشتوں تک اس کی متولی اور نگران بنتی چلی گئی جیسا کہ صحیح بخاری میں اوس بن حدثان کی طویل حدیث کے آخر میں ہے:

فكانت هذه الصدقة بيد علي منعها علي عباسا فغلبه عليها ثم كان بيد حسن بن علي ثم بيد حسين بن علي ثم بيد علي بن حسين وحسن بن حسن كلاهما كانا يتداولانها ثم بيد زيد بن حسن وهي صدقة رسول الله ﷺ حقاً¹

”مدینہ کے اموال بنی نضیر وغیرہ میں ہاشم و آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ جناب علیؑ کے دست تصرف میں تھا۔ اختلاف رائے کی بنا پر حضرت علیؑ نے حضرت عباسؑ کو اس مال کی نگرانی سے روک دیا۔ پھر یہ مال حضرت علیؑ کی وفات کے بعد حضرت حسن بن علیؑ کی تولیت میں تھا پھر حضرت حسین بن علیؑ کے ہاتھ میں تھا بعد ازاں حضرت زین العابدینؑ اور حسن بن حسنؑ کی تولیت میں تھا وہ دونوں باری باری اس کے نگران ہوتے تھے پھر ان دونوں کے بعد زید بن حسن کے ہاتھ میں تھا۔ یقیناً یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ تھا۔“

ان احادیث صحیحہ سے یہ حقیقت واقعہ ابھر کر سامنے آتی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ادوار خلافت میں بنو ہاشم اور آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مال خمس وغیرہ سے ان کا حصہ پورا پورا ملتا تھا، ان کا حق کسی نے دبا یا اور نہ غصب کیا۔ ضائع کیا اور نہ خورد برد کیا۔

رسول اللہ کے ترکہ میں وراثت کا مسئلہ؟

ان احادیث کا حاصل

① رسول اللہ ﷺ کی آل کریم اور قربت داروں کا جو حق مالِ خمس اور مالِ فنی میں تھا، وہ ان کو مکافئہ باقاعدہ ملتا رہا۔ تاہم ان اموال کی ملکیت بطورِ وراثت ان کو نبی کریم ﷺ کے فرمان کی بنا پر منتقل نہ ہوئی۔

② اس حصہ کے متولی اور متصرف خود حضرت علیؑ تھے۔ ان کے بعد اس حصہ کی نگرانی ان کی پشتوں میں منتقل ہوتی رہی۔

③ آل رسول ﷺ اور بنو ہاشم کی حق تلفی کی داستانیں بالکل خانہ ساز اور جعلی ہیں۔

فیصلہ صدیقِ رضی اللہ عنہ کے حق میں شیعہ شہادتیں

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا آل رسول اللہ ﷺ کے حق میں یہ فیصلہ اس قدر حق اور صواب تھا کہ سنی علماء کی شہادتیں تو درکنار خود شیعہ اہل علم اپنے ائمہ اہل بیت کے حوالہ سے اس فیصلہ کو بنی برحق و صواب تسلیم کرتے چلے آ رہے ہیں، جیسا کہ شیعہ علماء لکھتے ہیں:

امام باقر کی شہادت: علامہ ابو حامد عبد الحمید المعروف ابن ابی الحدید شیعہ (متوفی 656ھ) بہ اسنادِ جناب محمد باقر (امام پنجم شیعہ) سے روایت کرتے ہیں:

عن كثير النواء قال قلت لأبي جعفر محمد بن علي جعلني الله فداك
أرأيت أبا بكر وعمر هل ظلماكم من حاكم شيئا أو قال ذهابا من
حاكم بشيء فقال: لا والذي أنزل القرآن علي عبده ليكون
للعالمين نذيرا، ما ظلمنا من حقنا مثقال حبة من خردل. قلت
جعلت فداك، أفأتولاهما قال نعم: ويحك تولاهما في الدنيا
والآخرة وما أصابك ففي عنقي، ثم قال: فعل الله بالمغيرة وتبيان،
فإنهما كذبا علينا أهل البيت¹

”كثير النوا کہتے ہیں، میں نے جناب محمد باقر سے پوچھا کہ کیا ابو بکر اور عمر نے تمہاری کوئی حق تلفی کی ہے تو انہوں نے میرے جواب میں فرمایا: قرآن نازل کرنے والے

رسول اللہ کے ترکہ میں وراثت کا مسئلہ؟

رب تعالیٰ کی قسم! ان دونوں نے رائی کے دانے برابر بھی ہماری حق تلفی نہیں کی تو پھر میں نے پوچھا کہ کیا میں ان دونوں سے دوستی رکھوں تو انہوں نے فرمایا: دنیا اور آخرت دونوں میں ان کی دوستی کا دم بھرو۔ اگر ان کی دوستی پر تجھ سے کچھ مواخذہ ہو تو اس کی ذمہ داری میری گردن پر ہے۔ اللہ مغیرہ اور تبیان کو غارت کرے، وہ آل نبی پر ظلم و ستم کے جھوٹے قصے اور داستانیں گھڑتے رہتے ہیں۔“

امام زید بن زین العابدینؑ کی شہادت: فرماتے ہیں:

وَأَيُّمَ اللَّهِ لَوْ رَجَعُ الْأَمْرُ إِلَى الْقَضِيَّةِ فِيهِ بِقِضَاءِ أَبِي بَكْرٍ¹
”یعنی امام زید شہید فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اگر فدک کی تقسیم کا مقدمہ میری طرف لوٹ کر آتا تو میں بھی اس کا وہی فیصلہ کرتا جو ابو بکر صدیقؓ نے فیصلہ² کیا تھا۔“ یعنی امام کے نزدیک حضرت ابو بکر صدیقؓ کا فیصلہ بالکل درست اور صحیح تھا۔

حدیث ابو بکرؓ اور علمائے شیعہ

جناب محمد باقر اور جناب زید جیسے کبار ائمہ شیعہ نے خلیفہ رسول ﷺ بلا فصل ابو بکر صدیقؓ کے اس فیصلہ کو صائب اور بنی برحق فیصلہ اس لیے قرار دیا ہے کہ یہ متواتر حدیث «وَمَا تَرَ كُنَّا صَدَقَةَ» خود ان ائمہ کرام کے علم و تحقیق کے مطابق زیر بحث قضیہ میں ایسی نص قطعی اور برہان جلی ہے کہ اس کا انکار ان بزرگوں کے نزدیک مکابره (مدافعة الحق بعد العلم بہ) اور پرلے درجہ کی ہٹ دھرمی کے مترادف تھا۔ اور یہ متواتر حدیث نہ صرف ان ائمہ کرام کے علم میں تھی بلکہ یہ اہل علم کے ہاں اس قدر متداول ہے کہ اکابر شیعہ محدثین بھی اسکو اپنی صحاح اور دوسری کتب معتبرہ میں روایت کرتے چلے آ رہے ہیں:

① چنانچہ جو تھی صدی کے مشہور شیعہ محدث محمد بن یعقوب کلینی رازی (م 329ھ) اپنی کتاب اصول کافی میں روایت ابو الجحزی امام ابو عبد اللہ جعفر صادق سے حسب ذیل الفاظ میں روایت کرتے ہیں:

1 شرح نوح البلاغ لابن ابی الحدید: 4/113

2 یہ فیصلہ السنن الکبریٰ از بیہقی 2/302 باب بیان مصرف أربعة أخماس النبیء میں بھی موجود ہے۔

رسول اللہ کے ترکہ میں وراثت کا مسئلہ؟

عن أبي عبد الله قال إن العلماء ورثة الأنبياء وذلك أن الأنبياء لم يورثوا درهماً ولا ديناراً وإنما ورثوا أحاديث من أحاديثهم فمن أخذ بشيء منها أخذ بحظ وافر¹

”حضرت جعفر صادق نے فرمایا: ہر گاہ علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں، اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام کی وراثت درہم و دینار کی صورت میں نہیں ہوتی۔ وہ اپنی حدیثیں وراثت میں چھوڑتے ہیں جو انہیں لے لیتا ہے، اُس نے پورا حصہ پالیا یعنی جو ان احادیث کو حاصل کر لے، وہی وراثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا حامل اور وارث ہوتا ہے۔“

② علامہ ابو منصور احمد بن علی طبرسی، حضرت ابو بکر صدیق کی حسب ذیل حدیث بلا کسی رد

و قدح کے یوں روایت کرتے ہیں:

إني أشهد الله وكفى به شهيداً أني سمعت رسول الله ﷺ يقول: «نحن معاشر الأنبياء لا نورث ذهباً ولا فضة ولا داراً ولا عقاراً وإنما نورث الكتاب والحكمة والعلم والنبوة وما كان لنا من طعمة فلولي الأمر بعدنا أن يحكم فيه بحكمه»²

”حضرت فاطمہ الزہراء کے مطالبہ وراثتِ مالی کے جواب میں حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں اور اللہ کی گواہی کافی ہے۔ ہر گاہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے ہیں: ہم انبیاء کی جماعت اپنے بعد کسی کو سونے، چاندی، گھر اور اراضی کا وارث نہیں بناتے۔ ہم صرف کتاب و حکمت، علم اور نبوت سے متعلق امور کا وارث بناتے ہیں، رہے ہمارے ذرائع معاش تو وہ ہمارے بعد ہونے والے خلیفہ کی سپرداری میں چلے جاتے ہیں، وہ ان میں اپنی صوابدید کے مطابق فیصلہ کرتا ہے۔“

③ حدیث «ما تركنا صدقة» کی صحت اتنی عالم آشکارا ہے کہ شیخ ابوریہ محمود اور سید محمد باقر موسوی خراسانی جیسے کٹر شیعہ عالم بھی اس کو صحیح تسلیم³ کرتے ہیں۔

1 أصول کافی: 32/1

2 احتیاج الطبرسی: 1/104

3 ایضاً: ج 1 ص 104، 105

رسول اللہ کے ترکہ میں وراثت کا مسئلہ؟

④ تیسری صدی کے مشہور شیعہ محدث فرات بن ابراہیم ابن الفرات الکوفی اپنی تفسیر 'الفرات' میں روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت علیؑ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: ما أَرث منك يا رسول الله ﷺ! یا رسول اللہ! میں آپ ﷺ کی وراثت میں کیا پاؤں گا؟ تو آپ ﷺ نے میرے جواب میں فرمایا:

فقال: «ما وِث الأَنْبِیاء من قبلي...»

”جو کچھ مجھ سے پہلے انبیاء ﷺ اپنی وراثت میں دیتے رہے ہیں، وہی آپ بھی حاصل کریں گے۔“

حضرت علیؑ نے پھر سوال کیا: ما وِث الأَنْبِیاء من قبلك؟

”آپ ﷺ سے پہلے کے انبیاء کرام اپنی وراثت میں کیا چھوڑتے رہے؟“

اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کتاب رہم و سنة نبہم ”اپنے رب کی کتاب اور نبی کی سنت“¹

کیا سیدہ فاطمہؑ حضرت ابو بکر صدیقؓ سے ناراض فوت ہوئیں؟

پہلے ہم علماء اہل سنت کی شہرہ آفاق کتاب البدایہ والنہایہ اور دیگر کتب اہل سنت کی روایات پیش کریں گے پھر شیعہ علماء کی کتب معتبرہ کی روایات حوالہ قرطاس ہوں گی:

① حافظ ابن کثیر (متوفی 774ھ) تصریح فرماتے ہیں:

فلما مرضت جاءها الصديق فدخل عليها فجعل يترضاها
فرضیت²

”جب فاطمہؑ بیمار پڑ گئیں تو حضرت ابو بکرؓ ان کے پاس تشریف لائے اور ان کو راضی کرنے لگے حتیٰ کہ حضرت فاطمہؑ ان سے راضی ہو گئیں۔“

② امام محمد بن سعد (متوفی 230، 235ھ) کی تصریح:

أخبرنا عبد الله بن عمر حدثنا إسماعيل عن عامر الشعبي قال جاء

1 کتاب تفسیر فرات: ص 82 بحوالہ تحفۃ الشیعہ

2 البدایہ والنہایہ: 6/33... نیز دیکھئے العواصم من القواصم: ص 38

أبو بکر إلى فاطمة حين مرضت فاستأذن. فقال علي: هذا أبو بکر علی الباب فإن شئت أن تأذن له. قالت وذلك أحب إليك، قال نعم فدخل عليها واعتذر إليها وكلمها فرضيت عنه¹ ”حضرت عامر شعبیؓ کہتے ہیں جب حضرت فاطمہ زہراءؓ بیمار پڑ گئیں تو حضرت ابو بکرؓ ان کے پاس تشریف لائے اور دروازے پر کھڑے ہو کر اندر داخل ہونے کی اجازت طلب فرمائیں تو حضرت علیؓ نے کہا: اے فاطمہؓ! ابو بکرؓ اندر آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں (اگر اجازت ہو) تو حضرت فاطمہؓ نے فرمایا: اگر آپ کو ان کے اندر آنے پر اعتراض نہ ہو تو تشریف لے آئیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ تب ابو بکر صدیقؓ اندر آگئے اور معذرت کرتے ہوئے ان کو راضی کرنے لگے۔ حضرت فاطمہؓ نے ان کی معذرت کو پذیرائی بخشتے ہوئے صلح کر لی اور ان سے راضی ہو گئیں۔“

③ امام بیہقی کی تصریح:

عن الشعبي قال لما مرضت فاطمة أتاه أبو بکر الصديق فاستأذن عليها فقال علي: يا فاطمة! هذا أبو بکر يستأذن عليك فقالت أتحب أن أذن له قال نعم فأذنت له فدخل عليها يترضاها وقال والله ما تركت الدار والمال والأهل والعشيرة إلا ابتغاء مرضاة الله ومرضاة رسوله ومرضاتكم أهل البيت ثم ترضاها حتى رضيت. هذا مرسل حسن بإسناد صحيح²

”جب حضرت فاطمہ الزہراءؓ بیمار ہوئیں تو حضرت ابو بکر صدیقؓ ان کی تیمارداری کے لیے تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت طلب فرمائی۔ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ سے کہا کہ ابو بکر صدیقؓ اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ اگر ان کا آنا آپ کو پسند ہے تو ٹھیک، حضرت علیؓ نے فرمایا: ان کا اندر آنا مجھے

1 طبقات ابن سعد: 8/17، تذکرہ فاطمہ، ورحمآء بینہم: 1/147؛ ریاض النضرہ فی مناقب العشرۃ: 1

رسول اللہ کے ترکہ میں وراثت کا مسئلہ؟

گو اراہے۔ اجازت ہوئی، ابو بکر صدیقؓ اندر تشریف لائے اور حضرت فاطمہؓ کی رضا مندی حاصل کرنے کی خاطر گفتگو شروع کرتے ہوئے حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی رضا مندی کی خاطر اور آپ (اہل بیت) کی خوشنودی کے لیے ہم نے گھر بار مال و دولت، خویش و اقربا کو چھوڑا۔ اس طرح کی گفتگو کا سلسلہ شروع رکھا حتیٰ کہ سیدہ فاطمہؓ ابو بکر صدیقؓ سے راضی ہو گئیں۔“

۲) امام اوزاعی کی تصریح:

عن الأوزاعي قال: فخرج أبو بكر حتى قام على بابها في يوم حار ثم قال لا أبرح مكاني حتى ترضى عني بنت رسول الله ﷺ فدخل عليها علي فأقسم عليها لترضى فرضيت¹

”امام اوزاعی سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ ایک گرم دن میں حضرت فاطمہؓ کے دروازہ پر پہنچے اور فرمایا: جب تک رسول زادی مجھ سے راضی نہ ہوگی یہاں سے ہٹنے کا نہیں۔ حتیٰ کہ حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ کے پاس آئے اور ان کو قسم دی کہ آپ ابو بکرؓ سے راضی ہو جائیں تو اس پر حضرت فاطمہؓ راضی ہو گئیں۔“

اگر بالفرض حضرت فاطمہؓ واقعی مطالبہ میراث پورا نہ ہونے پر حضرت ابو بکر صدیقؓ سے ناراض ہو گئی تھیں تو ان چاروں روایات کے مطابق ان کا راضی ہو جانا بھی ثابت ہو رہا ہے۔

شیعی روایات

① علامہ ابن میثم بحرانی مشہور شیعہ فاضل اور شارح نہج البلاغہ اپنی کتاب میں روایت کرتے ہیں جس میں حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت فاطمہؓ کی باہمی بات چیت منقول ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت فاطمہؓ سے مخاطب ہیں:

قال إن لك ما لأبيك كان رسول الله ﷺ يأخذ من فذك فوتكم ويقسم الباقي و يحمل منه في سبيل الله ولك على الله أن أضع بها

1 أخرجه ابن السمان في الموافقه، رياض النضرة في مناقب العشر المبشرة: 156، 157، وتختص اثنا عشرية جواب طعن سيزدهم

کما کان یصنع فرضیت بذلك وأخذت العهد علیہ¹
 ” ابو بکر صدیقؓ نے حضرت سیدہ فاطمہؓ سے کہا کہ آپ کے لیے حقوق وہی ہیں جو
 آپ کے والد گرامی کے لیے تھے۔ رسول اللہ ﷺ فدک کی پیداوار سے آپ
 لوگوں کا خرچ خوراک علیحدہ کر کے باقی ماندہ آمدن کو محتاجوں میں بانٹ دیتے تھے
 اور کچھ حصہ سے اللہ کی راہ میں سواری اور ہتھیار وغیرہ خرید کرتے تھے اور اللہ
 تعالیٰ کی رضا کے لیے آپ کا مجھ پر حق ہے۔ فدک کے بارے میں وہی کچھ کروں گا
 جو طریقہ خود رسول اللہ ﷺ اختیار فرماتے تھے۔ پس اس چیز پر وہ ابو بکر صدیقؓ
 سے راضی ہو گئیں اور اس پر انہوں نے ابو بکرؓ سے پختہ وعدہ اور اقرار لے لیا۔“
 ② مشہور شیعہ عالم اور شارح نوح البلاغہ ابراہیم بن حاجی حسین بن علی انبلی لکھتے ہیں:

وذلك إن لك ما لأبيك كان رسول الله ﷺ يأخذ من فدك قوتكم
 ويقسم الباقي ويحمل من في سبيل الله ولك على الله أن أصنع بها
 كما كانا يصنع فرضیت بذلك وأخذت العهد علیہ به²
 ”حضرت ابو بکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کو فدک کے بارے میں مطمئن کرتے ہوئے
 فرمایا: آپ کے والد گرامی کے لیے جو حقوق تھے وہی آپ کے لیے طے شدہ ہیں۔
 رسول اللہ ﷺ فدک کی پیداوار سے تمہارے اخراجات الگ کر لیتے تھے اور باقی
 کو حاجت مندوں میں تقسیم فرما دیتے تھے اور اللہ کی راہ میں اس سے سواری وغیرہ
 خرید لیتے تھے۔ رضائے الہی کے حصول کے لیے مجھ پر آپ کا حق ہے کہ فدک کے
 متعلق میں وہی طریقہ اپناؤں جو طریقہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا رکھا تھا۔ اس گفتگو
 کے بعد حضرت فاطمہؓ حضرت ابو بکر صدیقؓ سے خوش اور راضی ہو گئیں۔ اور اس
 چیز کی پابندی کا حضرت ابو بکرؓ سے پکا اقرار نامہ اور پختہ وعدہ لے لیا۔“

③ شیعہ کی معتبر کتاب حجاج السالکین میں مرقوم ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے سیدہ
 فاطمہؓ کو نہ صرف راضی کر لیا بلکہ سیدہ فاطمہؓ نے حضرت ابو بکرؓ کے اس صحیح فیصلہ کو بہ

1 شرح نوح البلاغہ لابن میثم بحرانی: 5/107؛ الشیعہ و اہل البیت از حافظ احسان الہی ظہیر: ص 85

2 کتاب درہ تحفہ شرح نوح البلاغہ: ص 331، 332؛ الشیعہ و اہل البیت: ص 75؛ ورحمآء بینہم

اعماقِ قلب تسلیم بھی فرمایا تھا۔ روایت حسبِ ذیل ہے:

إن أبابكر لما رأى أن فاطمة انقبضت عنه وهجرته ولم تتكلم بعد ذلك في أمر فدك كبر ذلك عنده فأراد استرضاءها فأتاها فقال لها: صدقت يا ابنة رسول الله ﷺ فيما ادعيت ولكني رأيت رسول الله ﷺ يقسمها فيعطى الفقراء والمساكين وابن السبيل بعد أن يعطى منها قوتكم والصانعين فقالت: افعل فيها كما كان أبي رسول الله ﷺ يفعل فيها. قال أشهد الله علي أن أفعل فيها ما كان يفعل أبوك فقالت: والله لتفعلن فقال والله لأفعلن فقالت اللهم أشهد اللهم أشهد فرضيت بذلك وأخذت العهد عليه وكان أبو بكر يعطيهم منها قوتهم فيعطى الفقراء والمسكين¹

”جب حضرت ابو بکر صدیقؓ سے جناب فاطمہؓ کشیدہ خاطر ہو گئی اور بات کرنا چھوڑ دیا تو یہ بات ابو بکرؓ کو شاق گزری اور جناب فاطمہؓ کو رضامند کرنے کی غرض سے ان کے پاس تشریف لے گئے اور کہا: آپ نے بلاشبہ سچ کہا، اے رسول زادی! لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ فدک کی پیداوار کو تقسیم کر دیا کرتے تھے، محتاجوں، مسکینوں اور مسافروں کو دے دیا کرتے تھے۔ جب کہ پہلے آپ اہل البیت کو خرچ دیتے تھے پھر کام کرنے والوں کو بھی اس سے دیتے تھے۔ جناب فاطمہؓ نے کہا آپ بھی ایسا ہی کریں جیسا میرے والد ماجد رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے تو ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ ایسا ہی کروں گا جیسے رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے۔ جناب فاطمہؓ نے فرمایا: آپ اللہ کی قسم کھاتے ہو کہ ایسے ہی کرو گے تو ابو بکرؓ نے کہا: اللہ کی قسم ایسا ہی کروں گا۔ اس پر حضرت فاطمہؓ نے کہا: اے اللہ! گواہ رہنا۔ پھر حضرت فاطمہؓ نے اُن سے عہد لے لیا۔ ابو بکر صدیقؓ پہلے ان کو خرچ مہیا کرتے اور بعد میں غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیتے۔“

رسول اللہ کے ترکہ میں وراثت کا مسئلہ؟

ترکہ نبوی میں وراثت جاری نہ ہونے کی حکمتیں

نبی ﷺ کے ترکہ میں قانون وراثت جاری نہ ہونے میں حسب ذیل حکمتیں کار فرما تھیں:

پہلی حکمت

① ﴿اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ﴾¹

”اللہ جس کی روزی چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور جس کی چاہتا، گھٹا دیتا ہے۔“

② ﴿كُلُوا مِن رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ﴾²

”اپنے رب کی دی ہوئی روزی کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو۔“

③ ﴿أَمْرٌ يُحْسِنُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾³

”یایہ لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس پر جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں دے رکھا ہے۔“

④ ﴿وَاللَّهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ﴾⁴

”اللہ تعالیٰ ہی نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر رزق میں زیادتی دے رکھی ہے۔“

⑤ ﴿فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ﴾⁵

”جو کچھ حلال اور پاکیزہ روزی اللہ نے تمہیں دے رکھی ہے اسے کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو۔“

⑥ ﴿وَمَا يَكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ﴾⁶

”تمہارے پاس جتنی بھی نعمتیں ہیں سب اللہ ہی کی دی ہوئی ہیں۔“

ان چھ آیات اور اس مفہوم کی دوسری بیسیوں آیات مقدسہ کے مطابق اس دنیا میں

1 الرعد: 26

2 سبأ: 15

3 النساء: 54

4 النحل: 71

5 النحل: 114

6 النحل: 53

رسول اللہؐ کے ترکہ میں وراثت کا مسئلہ؟

انسان کے پاس جو کچھ ثروت و دولت، مال اور زندگی کا دوسرا ساز و سامان ہے۔ اس کا حقیقی مالک صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے، جو خالق کائنات ہے۔ انسان کے پاس یہ مال و متاع محض چند روز کے لیے بطورِ امانت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و احسان سے رفع حاجات اور روز مرہ کی ضروریات پوری کرنے کے لیے یہ چیزیں مستعار عطا فرما رکھی ہیں جن پر ہمارا کوئی ذاتی استحقاق نہیں۔ لہذا اگر انسان کی موت کے بعد اس کا یہ چھوڑا ہوا مال غیر ورثا میں تقسیم کروادیا جاتا تو بھی ظلم نہ ہوتا۔ جب انسان خود اس مال کا حقیقی مالک نہیں تو اس کے اقارب کیسے مستحق ہو سکتے ہیں؟

مگر بقول حکیم الاسلام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، انسان اپنی جبلت اور کم نظری کی وجہ سے اس مستعار مال کو اپنی ملک سمجھنے لگتا ہے اور موت کے وقت اس مال کو چھوڑنے پر رنجیدہ اور غمگین ہوتا ہے۔ اس لیے اللہ کریم نے اپنے لطف و کرم اور شفقت و رأفت سے اس کے ترکہ کا وارث اس کے اقارب کو مقرر فرما دیا تاکہ انسان یہ جان کر مطمئن ہو جائے کہ میری یہ دولت و ثروت اگرچہ میرے ہاتھ سے نکل رہی ہے مگر پھر بھی میرے ہی اقارب کو مل رہی ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی حقیقت آگاہ نظر پر غفلت کا پردہ نہیں ہوتا۔ ہر چیز کا دنیا میں مستعار ہونا اور مالک و متصرف حقیقی صرف ذات باری تعالیٰ کا ہونا ہر وقت ان کے ذہن میں ہوتا ہے۔ جب انبیاء علیہم السلام کی دور بین نگاہیں دنیا کی کسی چیز کا اپنے نفوسِ قدسیہ کو مالک اور مستحق ہی تصور نہیں کرتیں تو ان کا ترکہ ان کے ورثا کو دلا کر انہیں مطمئن کرنے کی کوئی حاجت تھی اور نہ ضرورت۔ انبیاء علیہم السلام کو نہ زندگی میں یہ تمنا تھی کہ ہمارے اقارب کا ترکہ ہمیں ملے اور نہ ہی اس دارِ فانی سے فوت ہوتے وقت اپنے مال کے چھوٹے کا کچھ ملال ہوتا تھا۔ پس انبیاء علیہم السلام کے لیے مذکورہ بالا طریق سے تسلی اور اطمینان کی سرے سے کوئی حاجت ہی نہ تھی۔

دوسری حکمت

① ﴿وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۚ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾^۱
 ”میں تمہیں جو تبلیغ کر رہا ہوں، اس کا کوئی اجر تم سے نہیں مانگتا بلکہ اس کا اجر رب
 العالمین ہی کے ذمہ ہے جو قیامت کو وہ عطا فرمائے گا۔“

② ﴿قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ﴾^۲
 ”آپ کہہ دیجئے میں اس (تبلیغ) پر تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتا مگر محبت رشتہ داری کی۔“
 ان دونوں آیات کریمہ کی تصریح کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد
 رسول اللہ ﷺ تک تمام انبیاء و رسل علیہم السلام کا تبلیغ رسالت کے بارے میں یہ طریقہ رہا کہ وہ
 بغیر کسی معاوضہ کے احکام الہیہ کی تبلیغ فرماتے تھے اور اعلان کرتے تھے کہ ہم آپ سے کسی
 معاوضہ کی تمنا نہیں رکھتے، ہمارا اجر تو اللہ رب العالمین کے ذمہ ہے۔ پس اگر نبی اپنے رشتہ
 داروں کا وارث ہوتا تو یہ اعتراض خارج از مکان نہ تھا کہ اس نے اپنی اُمت سے مال لیا ہے
 اسی طرح اگر نبی کا ترکہ اس کے ورثہ پر تقسیم ہوتا تو دشمنانِ نبوت یہ اعتراض کر سکتے تھے کہ
 نبوت کی آڑ میں اپنے وارثوں کے لیے دولت اکٹھی کر گیا ہے۔ لہذا ان دونوں اعتراضوں کی

1 الشعراء: 109

2 الشوریٰ: 23

3 قبائل قریش اور نبی ﷺ کے درمیان رشتہ داری کا تعلق تھا۔ آیت کا مطلب بالکل واضح ہے کہ وعظ و نصیحت
 اور تبلیغ و دعوت کی کوئی اجرت تم سے نہیں مانگتا، البتہ ایک چیز کا سوال ضرور ہے کہ میری دعوت کو نہیں مانتے تو
 نہ مانو تمہاری مرضی لیکن مجھے نقصان پہنچانے سے تو باز رہو اور میرے راستے کا روڑہ تو نہ بنو۔ حضرت ابن عباس
 نے اس کے معنی کیے ہیں کہ میرے اور تمہارے درمیان جو قرابتداری ہے، اس کو قائم رکھو۔ (صحیح بخاری تفسیر
 سورة الشوریٰ) نبی ﷺ کی آل سے محبت اور ان کی تعظیم و تکریم جزو ایمان ہے۔ لیکن اس آیت کا کوئی تعلق
 اس موضوع سے نہیں جیسا کہ شیعہ حضرات کھینچاتانی کر کے اس آیت کو آل محمد ﷺ کی محبت سے جوڑتے
 ہیں اور پھر آل کو بھی انہوں نے محدود کر دیا ہے۔ حضرت علیؓ وفاطمہؓ اور حسینؓ تک۔ نیز محبت کا مفہوم بھی ان
 کے نزدیک یہ ہے کہ انہیں معصوم اور الہی اختیارات سے متصف مانا جائے۔ علاوہ ازیں کفار مکہ سے اپنے
 گھر آنے کی محبت کا سوال بطور اجرت تبلیغ نہایت عجیب ہے جو نبی ﷺ کی شان ارفع سے بہت ہی فروتر ہے۔
 پھر یہ آیت اور سورت کمی ہیں جبکہ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے درمیان ابھی عقد زواج بھی قائم نہیں ہوا
 تھا یعنی ابھی وہ گھرانہ ہی معرض وجود میں نہیں آیا تھا جس کی خود ساختہ محبت کا اثبات اس آیت سے کیا جاتا ہے۔

رسول اللہ کے ترکہ میں وراثت کا مسئلہ؟

شیخ ہی کاٹ کر رکھ دی کہ نبی کو نہ کسی سے کچھ لینے کا لالچ اور نہ کسی کو کچھ دینے یا اپنے ورثا کے لیے دولت جمع کرنے کی حرص ہے!! شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ حدیث «ماتر کنا صدقة» کی حکمت بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

والفرق بین الأنبياء وغيرهم إن الله تعالى صان الأنبياء عن أن يورثوا الدنيا لئلا يكون ذلك شبهة لمن يقدر في نبوتهم بأنهم طلبوا الدنيا وورثوها لورثتهم¹

”اگر انبیاء علیہم السلام کے ترکہ میں عام قانون میراث جاری رکھا جاتا تو دشمنان نبوت کو یہ اعتراض کرنے کا موقع ہاتھ آجاتا کہ انہوں نے اپنے اور اپنے وارثوں کے لیے مال و دولت جمع کرنے کے لیے نبوت کو آڑ لیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے «لا نورث ماتر کنا صدقة» کا قانون جاری کروا کر اپنے انبیاء علیہم السلام کو اس بھونڈے اعتراض سے ہمیشہ کے لیے بچا لیا۔“

تیسری حکمت

انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی امت کے روحانی باپ ہوتے ہیں۔ نبی کا یہ روحانی رشتہ ہر فرد بشر سے ہوتا ہے۔ ہر کالے گورے اور سرخ و سپید پر برابر کی شفقت ہوتی ہے۔ اس لیے نبی کا ترکہ تمام امت پر صدقہ ہوتا ہے جو بلا کسی امتیاز کے آقا و غلام، مرد و زن، بُرے بھلے، صالح و فاسق، قریب و بعید اور ہر خاص و عام تمام مسلمانوں کے مشترکہ مصالِح پر صرف کیا جاتا ہے۔ پس اگر نبی کا ترکہ صرف اُس کے اُصول و فروع پر ہی تقسیم کیا جاتا تو اس کے اقربا کے ساتھ تعلق و شفقت کا خاص ظہور ہوتا جو امت کے دوسرے افراد سے بے رخی اور ان کی دل شکنی کا مظہر ہوتا جو کہ شفقت عام کے سراسر منافی ہے۔ فافہم ولا تکن من القاصرين

چوتھی حکمت

رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ عالی ہے:

«إن هذا الصدقات إنما هي أوساخ الناس لا تحل لمحمد ولا لآل

رسول اللہ کے ترکہ میں وراثت کا مسئلہ؟

محمد ﷺ¹

”صدقات لوگوں کے ہاتھوں کی میل کچیل ہے جو میرے لیے اور آلِ محمد ﷺ کے لیے حلال نہیں۔“

اور مذکورہ بالا احادیث میں فرمایا: «ماتر کنا فہو صدقة» ان دونوں احادیث صحیحہ کو باہم ملانے سے ثابت ہوا کہ انبیاء ﷺ کا ترکہ ان کے ورثا پر حرام ہے کیونکہ وہ صدقہ ہے۔
شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:

وفي هذا الحكم سر آخر و هو أنه ﷺ إن أخذها لنفسه وجوز أخذها لخاصته والذين يكون نفعهم بمنزلة نفعه كان مظنة أن يظن الظانون ويقول القائلون في حقه ما ليس بحق²
”رسول اللہ ﷺ اور آپ کی آل پر صدقہ کے حرام ہونے میں دوسرا راز یہ ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ اپنے مال کو اپنی ذات کے لیے یا اپنے خاص افراد کے لیے جن کا نفع آپ کا اپنا نفع ہے، کے لیے جائز قرار دیتے تو آپ کے خلاف بدگمانی کرنے والوں اور ناحق اعتراض کرنے والوں کو موقع ہاتھ آجاتا کہ یہ نبی دنیا کا کتنا حریص کہ غریبا و مساکین کا حق کھانے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔“

پانچویں حکمت

اگر انبیاء ﷺ کے ترکہ میں عام رائج قانون میراث جاری رکھا جاتا تو ممکن تھا کہ بشری تقاضوں اور دنیا کی حرص کی وجہ سے ان کے ورثا ان کی موت کا انتظار کرنے لگے جاتے جو ان کے حق میں وبال ثابت ہوتا۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے نبی کے ورثا کی بہتری کے پیش نظر ان کو ترکہ سے محروم کر کے دنیا کا عارضی نقصان برداشت کروا کر آخرت کے وبالِ عظیم اور ہمیشہ کی ہلاکت سے بچالیا۔ میرے علم کے مطابق یہ وہ حکمتیں ہیں جن کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے ترکہ میں قانون وراثت جاری نہیں فرمایا گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

1 صحیح مسلم: 1/345

2 حجۃ اللہ البالغہ: 2/46